ڈاکٹر محمد ریاض۔ سنٹرل گورنمنٹ کالج۔ اسلام آباد

سعید حلیم پاشاؒ

ترکیہ کے دورِ تحول و انقلاب کے نامور اور بااثر رہنماؤں میں ایک سعید حلیم پاشا بھی ہیں۔ انھوں نے ترکیہ کی مختلف وزارتوں، خصوصاً وزارتِ خارجہ اور وزارتِ عظمیٰ کے قلمدان سنبھالے۔ سعید حلیم پاشا نے ترکی زبان میں اپنی کتاب (اسلاملشمق) اور فرانسیسی میں ایک مبسوط مقالے (مسلم معاشرہ کی اصلاح) کے ذریعے اسلام کو جدید تقاضوں کے مطابق بڑے فکری انداز میں پیش کیا ہے۔ ان کی تحریروں کے پردے میں بڑی صائب اور رسا فکر نظر آتی ہے۔ اس مضمون میں ہم بقول علامہ اقبال اس "دردمند ترک رہنما"[1] کی زندگی اور نگارشات کا ایک مختصر جائزہ پیش کریں گے۔

حیات

سعید حلیم پاشا مصر کے فاضلی خاندان کے ایک فرد تھے۔ یہ خاندان حکمران سلسلۂ خدیویہ سے قرابتِ قریبہ رکھتا تھا اور اسی مناسبت سے سعید حلیم پاشا کے نام کے ساتھ پرنس یا شہزادہ لکھتے ہیں۔ سعید حلیم پاشا کے والد ابراہیم حلیم پاشا، خدیو مصر محمد علی پاشا کے ولی عہد مقرر ہوئے تھے مگر چونکہ وہ استعماری قوتوں کے خلاف تھے اس لیے اُن کی بیشتر زندگی جلاوطنی میں بسر ہوئی۔ اور ان کی جگہ توفیق پاشا محمد علی پاشا کے جانشین اور خدیو مصر مقرر ہوئے۔

شہزادہ سعید حلیم پاشا کا آبائی وطن قسطنطنیہ تھا اور ۱۸۶۵ء کے اوائل میں یہیں پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے انھیں قسطنطنیہ، قاہرہ اور یورپ میں شرقی اور مغربی طرز کی اعلیٰ تعلیم دلوائی چنانچہ وہ ایک طرف تو جدید ترین مغربی علوم سے بہرہ مند تھے اور دوسری طرف اسلامی علوم و فنون میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ ترکی اور عربی ان کی مادری زبانیں تھیں۔ فرانسیسی زبان پر بھی انھیں غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ انگریزی اور فارسی میں بھی اچھی استعداد رکھتے تھے۔ مال و دولت کی

---

[1] جاوید نامہ: ترک سالار آں حلیم دردمند۔ فکر او مثلِ مقام او بلند۔

فراوانی کے باوجود، قسامِ ازل نے پاشا مرحوم کو ایک دردمند دل عطا کیا تھا۔ وہ بڑے خلیق اور منکسر المزاج انسان تھے۔ انھیں اپنی نہیں، ملتِ اسلامیہ کی فکر لاحق رہتی تھی، ترکی اور مصر میں احیائے ملت کی تحریکوں کے بارے میں وہ ہر وقت سوچتے اور اپنے مشورے پیش کرتے رہتے تھے توفیق پاشا کی مخالفت اور اعرابی پاشا کی بغاوت کے زمانے (ستمبر ۱۸۸۲ تا جنوری ۱۸۸۳ء) میں جب سعید حلیم پاشا کو خدیو مصر بنانے کی کوششیں ہوئیں تو وہ اپنے اصلاحی افکار پر عمل کرنے کی خاطر اس پیشکش کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے، مگر استعماری قوتیں آڑے آئیں اور مصر ایک فاضل صالح نوجوان کی خدمات سے محروم رہا۔ ۱۸۸۲ء سے مصر پر انگریزوں کا تسلط تھا۔ فرنگیوں کا خیال یہ تھا کہ سعید حلیم پاشا اعتدال پسند ہیں اور جب وہ خدیو مصر بن جائیں گے تو مہدی سوڈانی کی تحریکِ حریت کے خلاف کارروائی کو ختم کر دیں گے۔ سعید پاشا کیا کرتے، یہ تو وقت آنے پر ہی معلوم ہو سکتا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ انگریز ان جیسے مصلح اور مفکر مسلمان کو اپنے کام کا آدمی نہیں سمجھتے تھے۔ ان حالات میں ۱۸۸۹ء میں پاشائے موصوف اپنے مولد قسطنطنیہ آ گئے اور مصر سے ایک حد تک توجہ ہٹا کر ترکوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئے۔

قسطنطنیہ میں انھوں نے خلیفہ عبدالحمید عثمانی دوم (۱۸۷۶-۱۹۰۹ء) سے ملاقات کی۔ خلیفہ نے سعید کی غیر معمولی استعداد اور اصلاحی رجحان کے پیشِ نظر انھیں وزارت کی پیشکش کی۔ جسے کچھ تامل کے بعد موصوف نے قبول کر لیا۔ انھوں نے بحیثیت وزیر کے بڑی خدمات انجام دیں وہ خلیفہ عبدالحمید سے امورِ سلطنت میں بے باکانہ اختلاف کرتے اور عام مسلمانوں کی خدمت کو خلیفۂ وقت کی رسمی اطاعت پر مقدم سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود ۱۹۰۲ء میں خلیفہ نے انھیں "پاشا" کا معزز لقب عطا کیا، مگر اس کے تین سال بعد ہی ۱۹۰۵ء میں سعید پاشا وزارت سے مستعفی ہو گئے۔ انھیں یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس بحرانی دور میں ملتِ ترکیہ کی خدمت کی خاطر وزارت سے علیحدہ ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

گزشتہ سو سال میں ترکی جن انقلابات سے گزرا وہ عالمِ اسلام کے لیے اہم اور عبرت انگیز ہیں "یورپ کے مردِ بیمار" کا اس قدر قوی اور تنومند ہو جانا اپنے پیچھے ایک پوری تاریخ رکھتا ہے اور اس مختصر گفتگو میں ہم اس کی طرف فقط اشارہ ہی کر سکتے ہیں۔ دورِ تنظیمات (۱۸۳۹-۱۸۷۶ء)

کے نتیجے میں قلمروِ عثمانیہ میں تجدد اور مغربیت کا آغاز ہوا، اور خلیفہ عبدالحمید دوم کی امتناعی کارروائیاں روشن خیالی کی اس تحریک کو نہ روک سکیں۔ عبدالحق حامد، نامق کمال، ضیا گوک آلپ پاشا اور "انجمن اتحاد و ترقی" کے دیگر روشن خیال اراکین نے مسائل حاضرہ کو جدید فکری تقاضوں کے تحت حل کرنے کی راہ کسی قدر ہموار کردی تھی۔ سید جمال الدین افغانی کی "تحریک اتحاد عالم اسلامی" کے حامیوں کی کوششیں اُن دنوں زوروں پر تھیں اور ان مساعی کا بڑا مرکز ترکیہ ہی تھا۔ خود خلیفہ عبدالحمید دوم بھی ایک حد تک ان مساعی کے حامی ہو گئے تھے اور اس بارے میں سعید حلیم سے مشورہ کرتے تھے۔

عبدالحمید کی معزولی اور ترکیہ میں مشروطہ (آئینی حکومت) کے قیام (۱۹۰۹ء) کے بعد "انجمن اتحاد و ترقی" کے جلاوطن اراکین نے سالونیکا میں ایک عظیم کانفرنس منعقد کی[1] اور اتحادِ مسلمین کے بارے میں غور کیا۔ اسی دور میں اسلامی ممالک کے سفرا کا قسطنطنیہ میں ایک اجتماع ہوا جس کی عالمی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۹۱۱ء میں نجف اشرف میں ترک اور ایرانی علماء و فضلا کی ایک کانفرنس اس غرض سے منعقد کی گئی تھی کہ سنی اور شیعہ مسلک کے اختلافات میں زیادہ سے زیادہ اعتدال و میانہ روی کی روش اختیار کی جائے۔ ترکیہ کی اندرونی تحریکات سے قطع نظر جن میں خلافت کی حمایت اور مخالفت والی تحریکیں بھی شامل ہیں، اسی دوران اس ملک میں متعدد خارجی حوادث رونما ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں ریاست ہائے بلقان اور اس کے بعد البانیہ نے ترکی سے بغاوت کردی۔ ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگِ عظیم شروع ہوئی۔ جس میں آخر کار ترکیہ کو بھی شریک ہونا پڑ گیا۔ اثنائے جنگ میں ہی ۱۹۱۶ء میں عرب ممالک نے اپنی آزادی کا یک طرفہ اعلان کردیا۔ یہ حالات ترک نوجوانوں کو بیدار تر اور فعال تر بننے کی دعوت دے رہے تھے[2]

جنگ کے خاتمے کے بعد غازی مصطفیٰ کمال اتاترک کی "تحریک ملت" پورے شد و مد کے ساتھ نمودار ہوئی جس کے نتیجے میں پہلے جدید طرز کی جمہوری حکومت قائم ہوئی (۱۹۲۳ء) اور پھر خلافت اسلامیہ کے خاتمے کا باضابطہ اعلان کردیا گیا۔ بہرحال ہمارے یہ اشارات شہزادہ سعید حلیم

۱۔ تاریخ دولتِ عثمانیہ جلد دوم از دلاوران کبیر۔ ترجمہ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۹۳۹ء

۲۔ دولتِ عثمانیہ جلد دوم از ڈاکٹر محمد عزیز۔ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء ص ۴۲۶

کے عصری ماحول کے غماز و عکاس ہیں، اور کوئی صاحب فکر شخص اپنے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مرحوم کی نگارشات کے محتویات کا اسی سیاق و سباق میں مطالعہ کرنا چاہیئے۔

سعید حلیم پاشا "حزب اصلاح مذہب" کے رہنما اور اس کی روح و رواں تھے۔ ۱۹۰۵ء میں وزارت سے مستعفی ہو کر آپ نے اس حزب کی سرپرستی اور صدارت سنبھالی تھی مگر کچھ عرصہ بعد بعض جوشیلے نوجوانوں کی "انتہا پسندی" کی روش سے اکتا کر آپ ان عہدوں سے مستعفی ہو کر قاہرہ چلے گئے تھے۔ "حزب اصلاح مذہب" کا منشا یہ تھا کہ دین و سیاست کو ایک ساتھ نبھایا جائے اور دین کی بالادستی کا نقش مرتسم کیا جائے۔ مگر "انتہا پسند نوجوان" عیارانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے جس کی بنا پر پاشا مرحوم کو استعفیٰ پیش کرنا پڑا تھا۔ ۱۹۰۸ء میں آپ کے بعض ارادت مند مصر گئے اور اپنے قائد کو راضی کر کے ترکی واپس لے آئے۔ ایک سال بعد ۱۹۰۹ء میں اس حزب اور دوسرے روشن خیال احزاب کی کوششوں کے نتیجے میں ترکی میں "آئینی حکومت" قائم ہو گئی اور اس کے پرتو میں سیاسی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں۔ ستمبر ۱۹۱۲ء میں "نوجوان ترکوں کی حزب دوم" کی سرگرمیوں کے باعث "حزب اصلاح مذہب" وقتی طور پر سیاسی بحران کا شکار ہو گئی۔ اور بعض قدیم اراکین اس سے کٹ کر دوسرے احزاب میں شامل ہونے لگے مگر شہزادہ موصوف کے پائے استقامت غیر متزلزل رہے۔ سعید حلیم پاشا اس وقت اس حزب کے معتمد عمومی (سکریٹری جنرل) تھے۔ جنوری ۱۹۱۳ء میں حالات نے پانسہ بدلا اور "حزب اصلاح مذہب" کے ارکان اکثریت میں جلوہ گر ہو گئے۔ خلیفہ محمد پنجم عثمانی (۱۹۰۹ - ۱۹۱۸ء) کی دعوت پر مارشل محمود شوکت پاشا نے کابینہ بنائی جس میں سعید حلیم پاشا وزیر خارجہ تھے۔

وزیر اعظم مارشل محمود شوکت پاشا کے شہید ہو جانے پر وزارت عظمیٰ کا قلمدان بھی سعید پاشا کو ہی سنبھالنا پڑا۔ ریاست ہائے بلقان کی جنگ کے نتیجے میں حالات بے حد بحرانی اور مشوش تھے۔ ایک ہفتہ کی کوشش کے بعد سعید حلیم پاشا کابینہ بنانے میں کامیاب ہوتے۔ آپ نے بمشکل تمام وزیر اعظم شوکت پاشا مرحوم کے قاتلوں کا سراغ لگوایا اور انھیں عبرت ناک سزا دلوائی۔ اس وقت قلمرو عثمانیہ کے حالات انتہائی نازک ہو چکے تھے مگر سعید حلیم پاشا نے امن و امان قائم رکھنے اور رفاہ عامہ و اصلاح احوال کی کوششوں کو تیز تر کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا اور ان کی مساعی سے

ترکوں کی جرأت و شہامت میں بے حد اضافہ ہوا۔

پہلی جنگِ عظیم کے آغاز میں ترکیہ نے غیر جانبدار رہنے کا اعلان کیا تھا مگر بعض ترک رہنما مثلاً وزیر دفاع غازی انور پاشا، جرمنی کے حلیف و حامی بننے اور جنگ میں کود پڑنے پر مصر تھے۔ اس کے علاوہ "اتحادیوں" کے یہ عزائم بھی ڈھکے چھپے نہ رہے تھے کہ بعد از جنگ، وہ ترکیہ کے حصے بخرے کرلیں گے۔ ایسی صورت میں دولتِ عثمانیہ کو اپنے وجود کا ثبوت دینا تھا۔ ان حالات میں سعید حلیم پاشا، انور پاشا اور وزیر داخلہ طلعت پاشا نے جرمنی کے اربابِ اختیار کے ساتھ ایک خفیہ معاہدہ کیا جس کے نتیجے میں ترکیہ کو اعلانِ جنگ کرکے شعلہ ہائے جنگ میں کودنا پڑا۔ ملک کا وزیر اعظم اور جنگی کمانڈ کا اعلیٰ نمائندہ ہونے کی حیثیت سے سعید حلیم پاشا کو شبانہ روز کام کرنا پڑتا جس کی وجہ سے ان کی صحت گرتی چلی گئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انھیں بعض وزرا اور افسرانِ ارتش کے طرزِ عمل سے اختلاف تھا، مگر عین جنگ کے دوران فروری ۱۹۱۷ء میں انھوں نے اپنے مستعفی ہونے کا جو اعلان کیا، اس کی بڑی وجہ خرابیٔ صحت تھی۔ جنگی کمانڈ نے ان کی جگہ وزیر داخلہ طلعت پاشا کو وزیر اعظم نامزد کیا۔ وزارتِ عظمیٰ سے مستعفی ہونے کے بعد جب سعید پاشا کی صحت کسی قدر بحال ہوئی تو انھوں نے اسی سال (۱۹۱۷ء) میں "اسلاملشمق" نامی ایک کتاب لکھی۔ جس کا مختصر ذکر آگے آئے گا۔

پہلی جنگ کے خاتمے پر سعید پاشا کو قید و بند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ ظاہر ہے کہ جنگ کا فیصلہ اتحادیوں کے حق میں نکلا تھا۔ ۱۹۱۹ء میں قسطنطنیہ پر جب انگریزوں کا عارضی قبضہ ہوگیا، تو انھوں نے سعید پاشا اور بعض دیگر ترک رہنماؤں مثلاً ترکی کے قومی شاعر ضیا گوک آلپ کو گرفتار کرلیا۔ جرمنی کی حمایت کے جرم میں ان رہنماؤں کو مالٹا میں نظر بند کردیا گیا اور تقریباً ایک سال کے بعد ۱۹۲۰ء میں یہ حضرات رہا ہوئے تھے۔ سعید حلیم پاشا آرام و سکون کے ماحول میں تصنیف و تالیف کے کام کو ازسرِ نو شروع کرنے کی غرض سے اٹلی کے دارالحکومت روم چل دیئے۔ مگر دستِ بیداد نے وہاں ان کو اقامت کرنے اور لکھنے پڑھنے کی خاطر بہت کم فرصت دی۔ یہاں کے قیام کی یادگار آپ کا ایک فرانسیسی مقالہ ہے جس کا ہم ذکر کریں گے۔ شہزادہ مرحوم چند ماہ ہی وہاں ٹھہرے تھے کہ ایک شقی ارمنی نوجوان نے ایک دن ان کو پستول کی گولی کا نشانہ بنایا،

جس سے آپ کا انتقال ہوگیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ ۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کا واقعہ ہے

تصانیف

سعید حلیم پاشا کی ایک ترکی کتاب "اسلام لشمق" (اسلامیانا۔ یعنی (To ISLAMISE

اور ایک فرانسیسی مضمون "مسلمان معاشرہ کی اصلاح" بہت مشہور ہیں اور غالباً ان کے علاوہ انھوں نے کچھ نہیں لکھا تھا۔

اسلام لشمق : اس کتاب میں دین اسلام کی تکمیل و ابدیت کے بارے میں بہت عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ ہم اس کتاب کے فارسی ترجمے سے استفادہ کر رہے ہیں جسے ۱۳۱۷ ہجری۔ ۱۹۳۸ء میں کتاب فروشی اسلامیہ خیابانِ بوزرجمہری تہران نے "از نظر دین" کے زیرِ عنوان شائع کروایا ہے۔ مترجم۔ (نام مذکور نہیں) کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اس وقت تک کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب اس وقت تک عربی اور روسی زبانوں میں بھی ترجمہ ہو چکی تھی۔ اس مبسوط کتاب میں مندرجہ ذیل مباحث پر گفتگو کی گئی ہے :

ا۔ اسلامی حریت و مساوات : اسلام نے انسانوں کے درمیان ہر قسم کی طبقاتی تفریق و تحدید کو ختم کر کے انھیں مساوی حقوق دیئے ہیں۔ اسلام ہی نے انسانی حریت و مساوات کے اولین اور حقیقی مناشیر پیش کیے اور اقوام عالم کی ابدی رہنمائی فرمائی ہے۔

ب۔ اسلام کا ہمہ گیر اور ہمہ نوع "تعلیم" پر زور دینا، جس میں مرد و زن کی کوئی تخصیص نہیں۔ اسی امر سے حقوقِ نسواں اور اسلام کی نظر میں عورت کی معاشرتی اہمیت کے اصول و موازین مترشح ہوتے ہیں۔

ج۔ نظام معیشت : اسلام کا نظام معیشت، مزدکیت، اشتراکیت اور نظام بنک داری یعنی سرمایہ داری سے مختلف ہے۔ لا محالہ، اس نظام میں سود خواری، حرام خوری اور دوسروں کے استحصال کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

د۔ مکارم اخلاق کی تعلیم : منشی اشیا، مخرب اخلاق اور انسانیت سوز حرکات مثلاً قماربازی اور جسم فروشی کی جملہ صورتوں کا امتناع و انسداد۔ اسلام کے جملہ اوامر و نواہی کی پابندی میں انسانوں کی خاطر دور رس انفرادی اور اجتماعی فوائد مضمر ہیں۔

ھ ۔ صدقات، خیرات، زکوٰۃ پہ عمل کی تاکید اور بیت المال کا قیام: یہ عوامل دولت کی مسلسل گردش کے محرک اور قومی دولت کی منصفانہ تقسیم کے ضامن ہیں۔ نظامِ زکوٰۃ کے اجرا سے نہ بیکاری رہتی ہے اور نہ معاشی بے اطمینانی۔

و ۔ اسلام، دینِ صلح و امن ہے، مگر بعض صورتوں میں دفاعی یا اصلاحی جہاد ناگزیر ہوجاتا ہے۔ اسلام، صلح و جنگ دونوں حالتوں میں شرافت اور عہد و پیمان کی پابندی کا حکم دیتا ہے مفتوحین ہوں یا اہلِ ذمہ، اسلام انھیں ایسی زندگی دیتا ہے جو انسانی حقوق سے مالا مال ہو، موصوف لکھتے ہیں کہ کاش مغربی جنگ جو، اسلام کے آداب الحرب دیکھ کر اپنی موجودہ جنگی بربریت کو حقیقی تہذیب سے بدل سکیں۔

ز ۔ معاملاتِ انسانی اور اسلام کی راہِ اعتدال: اقربا کے حقوق، حقوقِ نسواں، یتیموں اور بے سہارا افراد سے باعزت اور دلسوزانہ برتاؤ، خدام و عبید کے انسانی حقوق اور حکمت سے بھرا ہوا اسلامی قانونِ وراثت جو آج تک عقلائے دہر کو محوِ حیرت کیے ہوئے ہے۔

ح ۔ عسکری نظام: جو عام فوجی تربیت کا متقاضی ہے اور جس کی رُو سے عصری تقاضوں کے مطابق، ہر قسم کے اسلحہ کا حصول اور اصلاح و دفاع طاقت کا انصرام ضروری ہے۔

ان تمام موضوعات پر سعید حلیم پاشا نے عالمانہ، محققانہ اور دلپذیر انداز میں بحث کی ہے اور جملہ نظام ہائے عالم پر دینِ حق کی برتری کے شواہد مدلّل صورت میں پیش کیے ہیں۔

اب ہم ان کے محولہ بالا فرانسیسی مضمون کے بعض مطالب کا لب لباب پیش کرتے ہیں: اس مضمون کو انھوں نے اپنی وفات (۶ دسمبر ۱۹۲۱ء) سے چند ہفتے قبل لکھا تھا اور ان کی شہادت کے واقعہ کے بعد پیرس کے مشہور مجلّہ "ریویو اور رینٹ اٹ او کسیڈنٹ" میں چھپا۔ اس فکر انگیز مقالے کو محمدؐ (مارما ڈیوک) پکھتال مرحوم نے انگریزی میں ترجمہ کیا اور حیدر آباد دکن کے مؤقر سہ ماہی مجلّہ "اسلامک کلچر" کی پہلی جلد کے پہلے ہی شمارے بابت جنوری ۲۷ء میں شائع کروایا تھا۔ "مسلمان معاشرہ کی اصلاح" بڑی تقطیع کے ۲۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ مقالے کے آغاز میں سعید حلیم پاشا اس امر پہ اظہارِ مسرت کرتے ہیں کہ مختلف ممالک کے مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہو رہے ہیں اور حصولِ آزادی کے لیے کوشاں نظر آتے ہیں۔

انھیں اس بات سے بھی خوشی ہے کہ مسلمان یورپی علوم و فنون سے بہرہ مند ہو رہے ہیں۔ البتہ جو مسلمان اقوامِ مغرب کے "معاشرت و اخلاق کے آداب" کی نقالی کرتے ہیں، سعید پاشا کو ان سے سخت شکایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسلام کے "انتہائی ترقی یافتہ اور قابلِ عمل نظامِ اخلاق و معاشرت" کو ترک کر کے دوسروں کی ظاہری چمک دمک کی نقالی کرنا مسلمانوں کے لیے ایک شرمناک کام ہے۔ ان کی نظر میں اہلِ یورپ کو چاہیے کہ وہ ہمارے آدابِ معاشرت کو اپنائیں نہ کہ ہم ان کے فرسودہ نظامِ تمدن کی تقلید کریں۔ فرماتے ہیں: "جس طرح اسلام سے منہ موڑ کر ابدی نجات کا حصول ممکن نہیں، اسی طرح اس دینِ مبین کے فراہم آوردہ نظامِ تمدن سے روگردانی اختیار کرنے سے نظامِ معاشرت کی ابدی رستگاری موہوم ہے اور دنیا موجودہ بحرانی کیفیت اور اخلاقی گراوٹ سے بچ نہیں سکتی ..... ہم یورپ کے ترقی یافتہ علوم و فنون ضرور سیکھیں گے مگر اخلاق و معاشرت کے آداب کے معاملے میں خود اقوامِ مغرب کو چاہیے کہ ہم سے سیکھیں۔ نظامِ تمدن میں ہمیں قطعاً زیب نہیں دیتا کہ اہلِ یورپ کے معیار کو حق مان لیں۔"

"اسلام کے آدابِ معاشرت" پر بحث کرتے ہوئے آپ شرعِ اسلامی کی فرمانروائی کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ شریعت، ما فوق الفطرت قوانین کا مجموعہ نہیں کہ اس سے گریز کیا جائے بلکہ شریعت ایسے ابدی راہنما اصولوں کا نام ہے جنھیں خالقِ کائنات نے انسانی فطرت اور بدلتی ہوئی عصری ضروریات کے مطابق ہمیں عنایت فرمایا ہے اور ان پر عمل پیرا ہونے سے ہی ہمیں حقیقی "امن و اطمینان کی زندگی" نصیب ہو سکتی ہے۔ انسان کتنی ہی کوشش سے قوانین وضع کریں، ان میں ان کی ذاتی ہوا و ہوس کی عدم آمیزش کا دعویٰ بے معنی ہو گا۔ وحی الٰہی کو البتہ ساری انسانیت کی بھلائی مقصود ہے۔ خام و ناتمام عقلِ انسانی کے زور سے بنائے ہوئے قوانین کو وہ جامعیت و ابدیت نصیب نہیں ہو سکتی جو قادرِ مطلق کے نازل فرمودہ قوانینِ شریعت کا خاصہ ہے۔ دینِ اسلام نے اس تنازع کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا ہے کہ انسان کی ضعیف و جز بین عقل از خود احکام و قوانین کا منبع بن سکتی ہے۔ البتہ انسانی عقل، وحی الٰہی کی روشنی سے مستنیر ہو کر فروعات کو طے کر سکتی ہے لیکن مسلمات و اصول، شرعِ الٰہی کے مطابق غیر متبدل رہیں گے۔"

سعید پاشا فرماتے ہیں کہ فروعات اور جدید تقاضوں کے مطابق مسائل کو طے کرنے کی رہنمائی کی خاطر ماہر علما کی ضرورت ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام میں کسی قسم کی ملا گری یا مذہبی پیشوائیت موجود ہے۔ پیشوائیت (از قسم پاپائیت) اسی مذہب میں ممکن ہے جس میں "اصول" سے انحراف کر لیا گیا ہو، اور "موہوم فروعات" کا دور دورہ ہو۔ مسلمان خدا کے فضل و کرم سے قرآن مجید اور آنحضرتؐ کی بیان فرمودہ ابدی تعبیرات سے بہرہ مند ہیں۔ وہ اگر دین سے تعلق باقی رکھیں تو انھیں خرافات و موہومات کی تاریکی میں بھٹکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اصولِ شریعت پر بحث کرتے ہوئے سعید حلیم پاشا فرماتے ہیں کہ "اصولِ شریعت کے مقابلے میں مشیتِ عوام کو کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ اصولِ شریعت طبعی قوانین کی مانند سب انسانوں یا کم از کم ماننے والوں کے فائدے کی خاطر متعین ہیں خواہ بادی النظر میں لوگ ان فوائد کو محسوس کر سکیں یا نہیں۔ جمہور یا عوام خواہ کتنی ہی اکثریت میں ہوں، ان کی "آرا" میں حتمیت و استواری نہیں آ سکتی۔ قوانینِ فطرت کے میدان میں جمہور کی آرا اور قوم کی فرمانروائی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں۔ مثلاً ان کے کہنے سے رات، دن یا دن، رات نہیں ہو سکتے، تو پھر قوانینِ شریعت کے مقابلے میں ان کی آرا کو کیسے اہمیت دے دی جائے؟ قوم کو چاہیے کہ وہ شریعت کی رہنمائی میں اپنے مسائل حل کرے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق جمہور کی رائے کو شریعت کی روشنی میں دیکھا جائے ورنہ شریعت سے روگرداں جمہوری آرا فطری قوانین کی مخالفت کرنے کے مترادف ہوگی۔"

اس مقالے میں دوسری بحث شریعت پر عمل کرنے کے فوائد سے متعلق ہے۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان اور قوم حقیقی مساوات و حریت سے اسی صورت میں مستفید ہو سکتے ہیں جبکہ قوانین شرع نافذ ہوں اس لیے کہ شریعت کے نافذ رہتے ہوئے حکام و امرا کا طبقہ ان کے برادرانہ یا انسانی حقوق غصب نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ بات اس کے ہوا و ہوس کے تابع اور شریعت سے روگرداں ہو جانے پر منتج ہوگی۔ ایسا شخص "اولی الامر" کہلانے کا کوئی استحقاق نہیں رکھتا اور لوگ اسے معزول و برطرف کر سکتے ہیں۔ بنا بریں شریعت، شرفِ انسانیت کو باقی رکھنے کا وسیلہ ہے ورنہ ہر قوی، ضعیف کو دبانا شروع کر دے گا۔

سعید حلیم پاشا نے مسلمانوں کے زوال و انحطاط کے دور کے اسباب و علل اور تلافیِ مافات

کے موضوع پر بھی مفصل بحث فرمائی ہے۔ ان کے نزدیک دینی حمیت اور باہمی اتحاد کے فقدان نے مسلمانوں کو دوسروں کا غلام بنا دیا۔ سیاسی غلامی، معاشی استحصال و غلامی پر منتج ہوئی اور اس سے مسلمانوں کے اخلاق میں فتور پیدا ہو گیا۔ دورِ انحطاط کے نام نہاد مذہبی پیشواؤں نے دینی و دنیوی علوم و فنون میں بے معنی امتیازات پر زور دیا جس کے نتیجے میں مسلمان دنیوی ترقی میں پیچھے رہ گئے اور "دیندار طبقہ" معاشی بدحالی کا نمونہ بن گیا۔ اس صورتِ حال کا قرن حاضر میں یہ ردِّ عمل ہوا کہ جدید تعلیمیافتہ مسلمان دینی علوم کو منہ نہیں لگاتے۔ وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں کہ دین، دنیوی ترقیات کی راہ میں حارج ہے۔ فرماتے ہیں کہ "عدم استعداد" اور "تقلید" مسلمانوں کے فکری زوال کے دو بڑے سبب ہیں اور ان نقائص کو دور نہ کر کے اسلام کو انحطاط کا سبب بتانا پرلے درجے کی حماقت ہے۔ "بے استعدادی" اور "قناعت بہ تقلید" ہماری گذشتہ دو صدیوں کی غلامی کی یادگار ہیں۔ ترکِ دنیا کا درس دینے والے صوفیہ و مشائخ اور دین و دنیا کے کاموں میں امتیاز پیدا کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے والے نام نہاد علما پر سخت انتقاد کرنے کے بعد سعید حلیم پاشا فقہا کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں کہ انھوں نے دورِ انحطاط میں بھی امورِ دینی پر غور و فکر کرنے اور مختلف مسائل پر سوچنے کے مبارک کام کو جاری رکھا ورنہ آج ہمارا زوال اور بھی زیادہ گھناؤنا ہوتا۔ لکھتے ہیں: "علم فقہ مسلمانوں کے ساتھ مختص ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اخلاقی و معاشرتی میدان کے دائرہ میں یہ علم فکرِ انسانی کے ارتقا کا نمایاں مظہر ہے .... مسلمانوں پر بڑے کٹھن دن آئے، اغیار نے ان کی قوتِ غور و فکر کو مسلوب کرنے کی پوری کوشش کی مگر فقہا کا ہم سب پر احسان ہے کہ ان کی بحث و نظر کی برکات سے ہمارے پاس اب بھی ایسا قابلِ فخر سرمایہ موجود ہے جس پر تحقیقات کرنے سے ہمارے فکری زوال کی ایک حد تک تلافی ہو سکتی ہے"۔

مسلمانوں کی تعلیم کے مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے سعید حلیم پاشا فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے نظامِ تعلیم اور تدریسی نصاب میں ایسی تبدیلی کرنا چاہیے جس کے نتیجے میں دینی و دنیوی علوم کی تخصیص و تحدید پر زور کم ہو جائے۔ اسلام کی نظر میں دنیا و دین دونوں اہم ہیں۔ حسنۃ الدنیا والآخرۃ مسلمانوں کی طلب و آرزو ہے۔ ہمیں چاہیے کہ جدید ترین علوم و فنون سیکھیں، مگر

اپنے دینی تقاضوں اور نظامِ معاشرت کے زریں اصولوں کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اسی بحث کے دوران سعید حلیم پاشا لکھتے ہیں :۔ "جدید دنیوی علوم و فنون سے بے بہرگی نے ہمیں دریائے انحطاط کے قعر میں دبا رکھا ہے اور اگر ہم دینی تعلیمات سے منہ موڑ لیں۔ تو پھر مسلمانوں کے ساتھ ہمارا کیا واسطہ باقی رہے گا ؟ بنا بریں، دنیوی علوم اور دینی تعلیمات دونوں کو ایک ساتھ نباہنا ضروری ہے ..... ہمیں مغربیوں کے ترقی یافتہ علوم و فنون سیکھنے کی سخت ضرورت ہے مگر افسوس کہ ہمارے نوجوان جب یورپ جاتے ہیں تو وہاں کے علوم و فنون سے زیادہ یورپی تمدن و معاشرت سے دل لگا لیتے ہیں۔ اس ظاہر بینی اور کورانہ تقلید کا کچھ فائدہ نہیں۔ یہ "مغز" کو چھوڑ کر "چھلکے" کی طرف توجہ کرنا ہے۔"

مغربی مدنیت کی بیچارگی، اسلامی سیاسی نظام کی برتری، دینی و دنیوی کاموں کے بارے میں اسلام کا ائتلافی نقطۂ نظر اور تقلید کے مفاسد وغیرہ کا بیان، سعید حلیم پاشا کے اس معرکۃ الآرا مقالے کے باقی ماندہ حصّے میں مغربی مدنیت کی بے چارگی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ یورپ بے شک سائنسی ترقیات میں ہم سے بہت آگے نکل چکا ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ہر مسئلے میں اس کی برتری کو تسلیم کر لیں اور مقلدِ محض بن جائیں۔ پاشا مرحوم معاشی مسائل کا حوالہ دے کر کم و بیش وہی بات لکھتے ہیں جو "اسلام لشمق" میں بھی بیان کر چکے تھے کہ: اسلامی نظامِ معیشت کی رُو سے جس تمدن کی بنیاد پڑے گی، اس کا اگر احیا ہو جائے تو مزدکیت، ملوکیت، اشتراکیت اور سرمایہ داری کے نظاموں کی خرابیاں مفقود ہو جائیں گی۔ موجودہ مغربی مدنیت، معاشی مسائل کو بعض معاشی ناانصافیوں کی بنا پر پیدا کرتی اور پھر ان کے حل کے درپے نظر آتی ہے۔ مگر اسلام سے ایسے مسائل کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ اگر ایک مسلمان، دوسرے مسلمان کو واقعی بھائی کی مانند سمجھے اور دیگر مذاہب کے افراد کو عیال اللہ تسلیم کرے، تو ان کا استحصال کیوں کرے گا ؟ اسلام نقطۂ نظر میں تبدیلی پیدا کرتا ہے اور اگر "باطنی دنیا" (قلوب) سنور جاتے تو "ظاہری دنیا" زیادہ پُرمدنیت بن جائے گی۔"

سعید حلیم پاشا نے اسلامی سیاسیات اور احزاب سیاسی کے کاموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسلام "دین کامل" ہے جس میں "حزب بندی" نظر نہیں آتی۔ یہاں دین و سیاست دو جُداگانہ

عمل نہیں ہیں۔ اگر مسلمان اپنے سیاسی نظام کا دوسری اقوام کے سیاسی نظاموں سے مقابلہ کرنے کی غرض سے مطالعہ کریں تو اس میں حقیقی آزادی و توافق کا وہ تانا بانا نظر آئے گا جو دوسروں کے پیش کردہ نظاموں میں مفقود ہے۔ اسلام کی رُو سے سیاسی احزاب کے درمیان اختلافات بہبودیِ ملّت کی مختلف راہیں اختیار کرنے کی غرض سے ہوں گے ذاتی منافع اور رشوت جوئی کو ان اختلافات میں دخل نہیں ہوگا، اور اگر ایسا ہو تو اُسے "اسلامی" کہنا، دینِ برحق کے ساتھ تمسخر کرنے کے مترادف ہے۔ ان کی اصل عبارت کا ایک مختصر اقتباس اس طرح ہے :۔

"اسلام کی رُو سے مُلکی سیاست صلح و آشتی اور باہمی اخوت کی آئینہ دار ہونا چاہیے نہ کہ مغربی طرز کی عیارانہ ڈپلومیسی جس میں ہر طرح کی بے قاعدگیاں، عین سیاست مانی جاتی ہیں۔ حقیقی سیاستدان وہ دین فہم افراد ہیں جو ملکی مسائل کو طیش و غضب، نفرت و حسد اور آز و حرص سے بے نیاز اور ذاتیات سے بالاتر ہو کر انجام دیتے ہیں ..... مسلمانوں کے سیاسی اختلافات ایک مشترک لائحہ عمل کو انجام دینے کے مختلف طریقے ہیں۔ اگر سب کا ہدف و مقصود شریعِ اسلامی کا نفاذ ہو، تو اختلافات کی خلیج وسیع نہیں ہو سکتی۔ دین فہم افراد سیاسی اختلافات کو بھی ایسا ہی غیر اہم سمجھتے ہیں جیسے کہ معمولی درجے کے فروعی و فقہی اختلافات ہوں۔"

اس مقالے کی جن باتوں پر ہم نے بالاجمال بحث کی، اور جن مختصر اقتباسات کا ترجمہ پیش کیا، ان سے یہ بات مترشح ہے کہ سعید حلیم پاشا نے اپنے موضوع یعنی مسلمان معاشرہ کی اصلاح پر بڑا غور و تعمق فرمایا ہے۔ ان کی نظر میں ہمارے معاشرہ کی اصلاح کی یہ صورت ہے کہ ہم دینی و دنیوی علوم میں بلا امتیاز استعداد پیدا کریں۔ اپنے تمدن کی حفاظت کریں اور شرعِ اسلامی کو کامل صورت میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کریں۔ وہ تلقین فرماتے ہیں کہ ہم اسلام کے حقیقی خد و خال کو پیش نظر رکھیں، اور مادی طور پر ترقی یافتہ اقوام کی ہر چیز کو رد و کد کے بغیر قبول نہ کرلیں، مگر اصلاح کا کام چونکہ ایک مشکل اور تدریجی عمل ہے، اس لیے اس مقالے کا اختتام ایسی سطور پر ہوتا ہے جن میں تلقینِ عمل ہے اور نشتر ہائے طنز بھی کہ: "عصرِ حاضر کے مسلمان اربابِ فکر کے لیے اصلاحِ امت، کے کام کو انجام دینا آسان نہیں ہے مگر یہ کام جتنا مشکل ہے اتنا ہی اہم بالشان بھی۔ اس کام میں بڑی مستقل مزاجی، ایثار، بے نفسی، بلندیِ ہمت اور

جوانمردانہ حوصلے کی ضرورت ہے، اور ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کی حقانیت اور تکمیل دین مبین پر نہایت ہی کامل اور غیر متزلزل ایمان ہو۔ ایسا جوشِ ایمان ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو خود شناس اور پُر اعتماد بنا دے گا۔ اور احیائے ملت کے لیے ایسے اوصاف کا ہونا بہت ضروری ہے تحقیقی اور اصلاحی کاموں کی خاطر اعلیٰ درجے کی اخلاقی اور علمی استعداد کی ضرورت ہے اور اگر مسلمانان ارباب فکر، ایسی استعداد سے محروم رہنے پر مائل ہوں، تو وہ یہ دعویٰ ترک کر دیں کہ من حیث القوم انھیں جینے کا حق بھی حاصل ہے۔"

آخر میں اس امر کا ذکر بھی کر دیں کہ علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات "اسلامی مذہبی فکر کی تشکیلِ نو" کے چھٹے باب میں اور "جاوید نامہ" میں فلک عطارد میں سعید حلیم پاشا کی خدمات کا اعتراف کیا اور انھیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اول الذکر کتاب میں "اسلام لشمق" کی طرف اور مؤخر الذکر میں مذکورہ بالا مقالے "مسلمان معاشرہ کی اصلاح" کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

مسلمانوں کے عقائد و افکار (حصہ اول)

(مقالات الاسلامیین)

علامہ ابو الحسن اشعری - ترجمہ: مولانا محمد حنیف ندوی

علامہ ابو الحسن اشعری چوتھی صدی ہجری کی وہ جلیل القدر شخصیت ہیں جنھوں نے مسلسل چالیس برس تک اعتزال و جہمیت کی فتنہ سامانیوں کا شکار رہنے کے باوجود اپنے فکر و تعمق اور اجتہاد و کلام کا ایک علیحدہ اور منفرد دبستان سجایا۔

"مقالات الاسلامیین" ان کا وہ علمی شاہکار ہے جسے افکار و نظریات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا چاہیے۔ اس میں علامہ نے چوتھی صدی ہجری کے اوائل کے ان تمام عقاید اور افکار کو بغیر کسی تعصب کے بیان کر دیا ہے جو صدیوں ہمارے ہاں کے فکری و کلامی مناظروں کا محور بنے رہے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے جہاں یہ معلوم ہو گا کہ مسلمانوں نے نفسیات اخلاق اور مادہ و روح کے بارے میں کن کن علمی جواہر پاروں کی تخلیق کی ہے۔ وہاں یہ حقیقت بھی نکھر کر سامنے آئے گی کہ ماضی میں فکر و نظر کی کجی نے کن کن گمراہیوں کو جنم دیا ہے اور ان گمراہیوں کے مقابلے میں اسلام نے کن معجزانہ انداز سے اپنے وجود کو برقرار رکھا ہے۔ یہ کتاب پہلے حصے کا اردو ترجمہ ہے۔ صفحات: ۳۸۰، قیمت: ۹ روپے

ملنے کا پتہ: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ لاہور